

مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب، مدرس دارالعلوم حقانیہ

۵

حقانیہ سے زہر تک

مجمع البحوث الاسلامیہ | یہ مصر کا اہم مذہبی تحقیقی اور علمی ادارہ ہے۔ جدید دور میں تحقیق کے لئے تمام مسلمانوں کی نظریں اس پر ہیں۔ عالم اسلام کی بہت سی توقعات اس ادارہ سے وابستہ ہیں۔ ازہر ایک اہم شعبہ ہے۔ ملک کے چیدہ چیدہ علماء پر مشتمل ایک کونسل ہے۔ جو روزمرہ مسائل پر تحقیق کے علاوہ جدید اور قدم اصطلاحات کو جمع کرتے ہیں۔ اس ادارہ کے بنیادی مقاصد میں سے مصر کے اندر تبلیغ اسلام کے علاوہ تمام دنیا سے علمی ثقافتی اور مذہبی روابط کو قائم رکھنا ہے۔ مصر میں ہزاروں کی تعداد میں خطباء۔ ائمہ اس ادارہ کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں اور اس کی نگرانی میں بیرون ملک چار ہزار مبعوثین دینی خدمات کی سرانجامی میں مصروف ہیں۔ آج تک دیگر موضوعات کے علاوہ علوم قرآن و سنت، عقیدہ اقتصادیات، علاقات الدولیہ، جہاد، مسئلہ فلسطین، دعوت اسلامی اور حفارت اسلامی حبیبی قومی اور ملی مسائل پر کام کر رہے ہیں۔

دکتور عبدالودود شلبی | تیسری اہم شخصیت جس نے شہر کا کورس کے دل موہ لئے وہ دکتور عبدالودود شلبی تھے۔ آپ اتوار کے دن صبح تشریف لاتے۔ سیاح مورخ اور بہترین خطیب ہونے کے علاوہ ملک کے نامور مصنفین کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا موضوع ”التبشیر والہدافہ“ تھا۔ جس موضوع کا انتخاب آپ نے اپنے لئے کیا تھا۔ وہ آپ کے مزاج کے عین مطابق تھا۔ آپ جامعہ ازہر کی طرف سے مبعوث ہونے کی حیثیت سے پاکستان کے علاوہ یورپ اور افریقہ کے ممالک میں رہ چکے ہیں۔ مختلف رنگ و نسل اقوام کے مزاج سے آپ خوب واقف تھے۔ عیسائی مشنری کے مذموم عزائم سے کافی معلومات رکھتے تھے جس کی بنا پر متعلقہ موضوع پر دل کھول کر بحث کرتے۔ آپ نے ۱۹۵۲ء میں ازہر کے ”مکتبہ اصول الدین“ سے بی اے کرنے کے بعد ”مکتبہ اللغة العربیہ“ سے تخصص کیا۔ ابتدائی ایام میں وزارت تعلیم و اوقاف سے منسلک رہے۔ معافیت میں دلچسپی اور لگن کی وجہ سے مختلف ادوار میں آپ ماہنامہ ”نور الاسلام“ اور ماہنامہ ”الازہر“ کے مدیر اور نگران رہے۔ درجن سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ اکثر کتب معیاری انداز کی لکھی ہوئی ہیں۔ ادبیت اور لسانیات کے باریک پردہ میں تحقیقی مواد پر مشتمل ہیں۔

”لما ذایخا فون الاسلام“۔ ”کیف أری اللہ“۔ ”حتی لا نخرج“۔ ”الترؤب المقدس“ جیسی تصنیفات خصوصاً اہمیت کے حامل ہیں۔

پاکستان سے والہانہ عقیدت | آپ مبعوث کی حیثیت سے لاہور میں کچھ مدت کے لئے رہ چکے ہیں۔ اس لئے پاکستان کے متعلق کافی معلومات رکھتے ہیں۔ اہم شخصیات اور سیاسی تنظیموں کی خدمات اور رویوں سے خوب واقف تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ مجھے پاکستان سے بہت محبت ہے۔ خاص کر علامہ اقبال مرحوم سے بہت متاثر ہوں۔ عقیدت کی وجہ سے میں نے اپنے ایک بیٹے کا نام ”محمد اقبال عبدالودود“ رکھا ہے۔ جب کہ دیارِ مصر میں ایسا نام بہت کم رکھا جاتا ہے۔ موجودہ وقت میں آپ جامعہ ازہر کے اس اہم شعبہ ”دعوت الاسلامیہ“ کے امین العام ہیں۔ اس کورس کی تمام تر ذمہ داری کا تعلق آپ سے تھا۔ آپ بڑی لگن اور جانفشانی سے سرانجام دے رہے تھے۔ عطیہ محمد عطیہ سقر | چوتھی شخصیت جس سے وافدین بہت متاثر ہوئے وہ شیخ عطیہ سقر تھے۔ آپ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۴ء کو ”بہا بائی ہانامی گاؤں میں پیدا ہوئے نو سال کی قلیل مدت میں تکمیلِ حفظ کے بعد آپ نے سکول میں قدم رکھا۔ ۱۹۲۲ء میں ایم اے کرنے کے بعد آپ کی زندگی کا ایک اہم دور شروع ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق چونکہ کلیۃً اصول الدین سے رہا اس لئے فراغت کے بعد امامت و خطابت کی خدمت سے آپ منسلک ہوئے۔ لیکن نامور مصنف اور بے بدل خطیب ہونے کی وجہ سے آپ میدانِ تقریر و تحریر پر خوب چھا گئے۔ آج بھی اس میدان میں جو ہر کمالات دکھا رہے ہیں۔ آج کل آپ ایک بلند پایہ خطیب اور مایہ ناز مصنف کی حیثیت سے ملک میں متعارف ہیں۔

آپ کے علمی تحقیقی اور مقالات روزمرہ اخبارات اور رسائل کے لئے زمینت ہوتی ہیں۔ دارالافتاء سے تعلیم کی بنا پر ریڈیو۔ ٹی وی اور اخبارات میں دینی مسائل کے جواب دینے کے لئے ہر وقت حاضر رہتے ہیں فتویٰ دینے میں جدت پسندی اور وسعت کے قائل ہیں۔ سہل سے سہل قول پر فتویٰ دیتے رہتے ہیں خواہ کسی مذہب سے آپ کا موضوع ”خطابت نظریہ“ رہا۔ جمعرات کے دن ظہر کے بعد تشریف لاتے پہلی ملاقات میں کہہ کہ میں اس موضوع پر جو کہوں گا وہ آپ کو کتابوں کے اوراق میں نہیں ملے گا۔ بلکہ میں ساٹھ سال کی عظیم مدت سے خطیب رہا ہوں۔ جو کچھ کہوں گا اس کا تعلق میرے تجربہ سے ہو گا۔ یقیناً آپ اس موضوع پر ایسے انداز میں بولیں جیسا کہ آپ خود ہی اس فن کا موجب ہو۔

عبدالحمید فرغی | آپ کا موضوع بحث ”التصوف“ رہا۔ محافظہ ریویوٹ کے ”التخیلہ“ نامی گاؤں میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ جامعہ ازہر سے بی اے کرنے کے وراثات علیا کی تکمیل آپ نے ”جامعہ عین شمس“۔ ۱۹۵۱ء میں کی۔ تصوف اور لغت عربی میں متعدد تصانیف کے مالک ہیں۔

دکتر عبدالجلیل عبدالشلی | جامعہ ازہر کے فیض یافتہ ہیں فلسفہ میں تخصص کرنے کی وجہ سے آپ کا تقا

زیادہ تر اس موضوع پر لکھے گئے مجموع البحوث الاسلامیہ کے امین العام ہونے کے علاوہ ملک کے اہم مناصب پر رہ چکے ہیں۔ متعدد علمی اور ادبی کتابوں کے مصنف ہیں۔

دکتور محمد عمار | ۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ ازہر میں تعلیم حاصل کی۔ البتہ دراسات علیا کی تکمیل جامعۃ الزہرہ سے کی۔ جمعرات کے دن صبح تشریف لاتے۔ مزاج میں سادگی عیاں تھی۔

دکتور رؤف شلبی | محافظہ شرقیہ میں ۲۲ ستمبر ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے۔ اول سے لے کر آخر تک رشتہ تلمذ ازہر سے رہا ہے۔ جامعہ ازہر میں کچھ مدت مدرس رہنے کے بعد شیخ الزہر کے "معتقد خاص" رہے۔ کلیہ الدعوة الاسلامیہ کی سرپرستی بھی کچھ مدت کے لئے کی۔ "یا اهل الكتاب السنۃ الاسلامیہ" کے علاوہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

جمال ابن محمود | ۹ مئی ۱۹۲۰ء کو محافظہ سیوط میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی زندگی کا زیادہ تر تعلق "جامعۃ القاہرہ" سے رہا۔ تعلیمی اور انتظامی امور میں مہارت کی وجہ سے اہم مناصب پر رہ چکے ہیں۔ "الاسلام و قضیۃ الاسلام والحرب" تصنیف یا اسلامیہ "اصول المجتمع الاسلامی جیسی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔

دکتور عزت علی محمد سرجی | تمام اساتذہ میں آپ جوان نظر آتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں ان کا یہ موضوع "علوم الحدیث" رہا۔ اسناد کے ذمے تھا لیکن اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ موضوع آپ کے حوالہ کیا گیا۔ ابتدائی او ثانوی تعلیم جامعۃ القاہرہ سے کی۔ جب کہ دراسات علیا کی تکمیل جامعہ ازہر سے کی۔ منہاج الدعوة والاعاء "تاریخ الدعوت" نامی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مصری علماء کی حالت زار پر آنسو بہاتے۔ ایک دفعہ رمضان المبارک میں شیخ الزہر کی طرف سے افطار پارٹی کے موقع پر ہم نے ان سے عرض کیا۔ کہ مصر میں رمضان المبارک میں دن بھر بہ ہوٹل کیوں کھلے رہتے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ آپ لوگ ایسے مکاتے تعلق رکھتے ہیں جہاں کے علماء آزاد ہیں۔ وہاں پر علماء حق کی وجہ سے معاشرہ پر کنٹرول ہے۔ لیکن یہاں ہمارے ہاں مصر میں علماء آزادی کی عظیم نعمت سے محروم ہیں۔ ہمارے معاشرہ کی خرابی کی اصل وجہ علماء کی زبان بندی ہے۔

ہمارا یہ دورہ ایک مطالعاتی اور تعارفی دورہ تھا۔ بلکہ استفادہ کے لئے ایک سنہری موقع تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمت فرمایا۔ اس لئے حسب فرصت موقع ملتے ہی علمی اتار سخی اور نامور مقامات پر جانے کے لئے پروگرام بناتے۔ اس کی ابتداء محقر نے بوجہ قریب ہونے کے "جامع حسین" سے کی۔

جامع حسین | جامعہ ازہر کے بالمقابل سڑک کے دوسری جانب ایک عظیم الشان مسجد "جامع حسین" یا "مشہد حسین" کے نام سے مشہور ہے۔ مصریوں کی تاریخی تحقیق کے مطابق ۵۴۵ھ ربيع الثانی کے آخر میں حضرت حسین کا سر مبارک شام سے یہاں مصر لایا گیا۔ ابتداء میں کسی دوسری جگہ رکھا گیا اور بعد ازاں یہاں دفن کیا گیا جس دروازے

سے یہ سرد داخل کیا گیا اس دروازے کو "باب الاحضر" کہتے ہیں۔

مسجد کے امام و خطیب "النجدی الصالح الخولی" سے ملاقات ہوئی۔ اسلامی اخوت اور دینی جذبے کی بنا پر میرے پاکستانی ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت سے پیش آئے۔ چند سوالات کا بڑے سکون اور آرام سے جواب دیا۔ دوران گفتگو یہ بات معلوم ہوئی کہ سال میں تین مواقع پر اس مسجد میں خصوصی محفل "میلاد" کے نام سے منعقد ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک ۵ شعبان کو حضرت حسین کی پیدائش کی مناسبت سے۔ دوسرا پروگرام ۱۰ محرم شہادت حسین کے موقع پر اور تیسرا پروگرام ربیع الثانی کے آخر میں حضرت حسین کے سرلانے کی نسبت سے منعقد کرتے ہیں۔

تاہم تاریخ کی کتب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مصریوں کا یہ نظریہ صرف سنی سنائی باتوں تک محدود ہے کسی مستند قول سے اس کا اثبات ممکن نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ نے مستقل ایک رسالہ "مسئلہ راس الحسین" کے نام سے لکھ کر اس کا خوب رد کیا ہے۔

تاہم عوامی اعتقاد کی بنا پر جامع کو قاسرہ میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ عالم اسلام کے مشہور قاری جناب عبدالباسط صاحب ہر جمعہ کو اس مسجد میں آکر تلاوت کرتے ہیں۔

سربراہ مملکت بھی عیدین کی نماز یہاں ادا کرتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے اس مسجد میں ایک مخصوص کمرہ ہے جسے "حجرۃ آثار النبی" کہتے ہیں۔ اس میں چند متبرک منسوب اشیاء رکھی ہیں جن میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے داڑھی مبارک کے تین بال، عصا مبارک کا ایک ٹکڑہ، قمیص مبارک کا ایک حصہ، حضرت علیؑ کے خط کا ایک حصہ اور مصحف عثمانی کا ایک نسخہ موجود ہے۔ بد قسمتی سے ان دنوں مرمت کا کام ہو رہا تھا جس کے باعث ان اشیاء کے دیکھنے کی سعادت سے محروم رہا۔

مسجد کے گرد اگر ایک وسیع میدان ہے جہاں گاڑیاں کھڑی رہتی ہیں۔ قبلہ کی جانب اسی میدان میں ایک پولیس چوکی بھی ہے مسجد کی بیشتر آبادی پرانی ہے۔ پچاسی قد اور ستونوں پر یہ مسجد قائم ہے چھوٹے دروازوں کے علاوہ چاروں طرف نکلنے کے لئے بڑے بڑے چار دروازے ہیں۔

مسجد کے اندر "مکتبۃ البجامع الحسین" کے نام سے ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں صبح ۹ بجے سے لے کر رات آٹھ بجے تک لوگ مطالعہ کے لئے آتے رہتے ہیں۔ ناظم کتب خانہ کے بیان کے مطابق پانچ ہزار کے لگ بھگ کتابیں اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ کتب خانہ کے ذرائع آمدنی اوقات کے علاوہ خیر حضرات کے تبرعات اور صدقات ہیں۔

۱۴ اپریل بروز جمعہ ایک مصری دوست شیخ احمد کی رہنمائی میں جامع شافعی جانا ہوا۔ اس کے علاوہ ایک بار پھر دوران قیام استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، جناب شفیق فاروقی اور جناب عبدالصمد صاحب کی صحبت میں جانا ہوا۔ امام شافعی کا مزار جس علاقے میں واقع ہے اسے "حارۃ الشافعی" کہتے ہیں جب کہ مرقک

بھی شارح امام الشافعی کے نام سے موسوم ہے۔ مصری دستور کے مطابق یہاں بھی مزار کے ساتھ ایک عظیم الشان مسجد ہے۔

امام شافعی | حدیث و فقہ کا کوئی شایہی کوئی ایسا طالب علم ہو جو امام شافعی کے نام سے واقف نہ ہو فقہی مباحث میں علمی موشگافیوں کو دیکھ کر امام شافعی کی فقہیت اور دوراندیشی کا احساس ہوتا ہے۔

نسب کے اعتبار سے آپ عبد مناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں۔ آپ ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء کو غزوہ (فلسطین) اور بقول بعض مسقطان میں پیدا ہوئے۔ حدودِ جہ کی ذہانت کے علاوہ بے مثال حافظہ کے مالک تھے کہ سات سال کی قلیل مدت میں حفظ قرآن سے فارغ ہوئے ابھی دس سال کے تھے کہ موطا امام مالک یاد کر لی۔ پندرہ سال کی عمر میں اپنے شیخ مسلم بن خالد زہیمی کی اجازت سے فتویٰ دینے لگے۔ زندگی میں انقلابی اور اہم احوال سے آپ کو گزرنا پڑا۔ نشیب و فراز کے متعدد مدارج طے کئے۔ مکی زندگی تقی قابلیت کی وجہ سے عوام و خواص کے منظورِ نظر تھے کہ اچانک حرم مکی میں آپ کی ملاقات حاکمِ مین سے ہوئی۔ تبحر علمی اور خداداد قابلیت کو دیکھ کر حاکمِ مین نے آپ کو ایک اہم سرکاری عہدہ کی پیشکش کی۔ وقتی مصالحت کو دیکھ کر آپ نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ اور حاکم کے ساتھ مین چلے گئے۔ لیکن مقامی رقابتوں کی وجہ سے زیادہ دیر تک آپ اس عہدہ پر نہ رہ سکے۔ حاکم وقت کی مخالفت میں "زیدی" یعنی بن عبد اللہ کی خلافت کے حامی تھے۔ آپ پر یہ الزام لگایا گیا کہ مخالف گروہ سے آپ کے مراسم و روابط ہیں اور سیاسی میدان میں امام شافعی مخالفین کے ہمنوا ہیں۔ اسی جرم کی پاداش میں ہارون الرشید نے ۱۸۹ھ / ۸۰۵ء میں آپ کو اپنے دربار عراق میں طلب کیا۔ امام شافعی کے پہنچنے کے وقت ہارون الرشید کے دربار میں امام محمد رحمۃ اللہ ایک اہم مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ امام محمد کی سفارش اور اطمینان دلانے پر اور خود امام شافعی کے معقول بیان سے یہ الزام درست ثابت نہ ہوئے تو آپ کو معزز طریقے سے رہا کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ آپ عراق ٹھہرے اور دو سال کی قلیل مدت گزارنے کے بعد آپ دوبارہ مکہ مکرمہ آ گئے۔ اور نو سال یہاں گزارنے کے بعد ۱۹۵ھ میں آپ بغداد تشریف لے گئے۔ قیام بغداد کے دوران والی مصر عباس بن موسیٰ کے بیٹے عبد اللہ سے وابستگی پیدا ہوئی۔ جس کی بنا پر ۲۸ شوال ۱۹۸ھ / ۲۱ جون ۸۱۴ء کو آپ نے سرزمین مصر میں قدم رکھا۔ قسمت نے یہاں بھی ساتھ نہ دیا۔ حالات و واقعات سے مجبور ہو کر ایک بار پھر عارضی قیام کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور آخر کار ۲۰۰ھ میں آپ نے دوبارہ مصر آ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔

اس دوران یہاں آ کر آپ کو اپنے اقوال اور مذہب پر نظر ثانی کا سنہری موقع ملا۔ بہت سے مسائل میں آپ نے سابقہ اقوال سے رجوع کیا۔ جو "قولِ جدید" کی اصطلاح سے فقہاء کے ہاں معروف ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام شافعی نے آخری عمر کے ان چار سالوں میں ڈیڑھ ہزار ورق یعنی تین ہزار صفحات پر مشتمل مسائل املا کرائے
۵۲۴ھ کو رجب کی آخری تاریخ بمطابق ۲۰ جنوری ۸۲۰ء کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور رحلت فرما گئے۔

امام شافعی کا مقبرہ | امام شافعی کا یہ مقبرہ مصر کے حسین ترین مقابر میں شمار ہوتا ہے۔ "المقبرۃ" کے
بیان کے مطابق سلطان اسکالر کے ہاتھ سے اس عمارت کی تکمیل ۷۰۸ھ کو ہوئی۔ اس کا اندرونی
رقبہ پندرہ میٹر سے زیادہ اور بیرونی رقبہ بیس مربع میٹر کے قریب ہے۔ دیواریں کوئی ۲.۵ میٹر لمبی ہیں۔ اس وقت
کے مطابق یہ عمارت مضبوط ترین دیواروں پر بنائی گئی۔ دیواروں کی یہ مضبوطی اگرچہ سٹی یا خشتی گنبد کیلئے کافی تھی۔
پھر بھی اس پر چوبی گنبد بنائی گئی۔

باہر سے یہ عمارت دو منزلہ ہے پہلی منزل ۱۰.۶۲ میٹر بلند ہے۔ جب کہ دوسری منزل ۱.۱۶ میٹر لمبی ہے مقبرہ
میں جنوب مشرق کے دروازے سے داخل ہونا پڑتا ہے۔ جب کہ ایک دروازہ شمال مشرق کی جانب سے مسجد کی طرف
بنا یا گیا ہے۔ لیکن مرکزی دروازہ جنوب مشرق والا ہے جس کے ارد گرد چند کمرے ہیں۔ جن میں یہاں کے مجاور رہتے ہیں
اور ایک کمرہ خطیب کے لئے مخصوص ہے۔ مقبرہ کے اندر داخل ہوتے ہی آرائش اور خوبصورتی کی سحر کاری سے انسان ششدر
رہ جاتا ہے۔ دیواروں کی گیلریوں اور گنبد پر جو رنگین نقاشی کی گئی ہے وہ نہایت اعلیٰ درجے کی ہے۔

چاروں دیواروں پر کوئی پانچ میٹر کی بلندی پر آٹھ شہتیر قائم کئے گئے ہیں جس سے فانوسوں کو سہارا دیا
جاتا ہے۔ موجودہ وقت میں تزیین و آرائش کا کام بدستور جاری تھا۔ خود قبر خلاف شرع طریقہ سے بنا کر ایک
آہنی جنگلے میں مقصور ہے۔ اس پاس اور بھی قبریں ہیں۔

مقبرہ کے اندر مقیم مجاوروں کی حالت افعال و کردار کے اعتبار سے وہی ہے جو ہمارے ہاں بعض مزارات
پر دیکھی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں کے مجاور پھر بھی شرافت میں رہ کر جو بھی کچھ دے دے غنیمت سمجھتے ہیں لیکن وہاں
پر زائرین کپڑوں سے چھٹ کر "لایسٹون الناس الخاف" کی ایجابی صورت پیش کرتے ہیں۔ خاص کر غیر ملکی زائرین
تو چھوڑے میں نہیں آتے۔ بدقسمتی سے قرآن و سنت کے اس عظیم داعی، شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے والے عظیم مجاہد
کا یہ مرقہ آج قبر پرستی، نیاز و سجدہ کا ایک مرکز بنا ہوا ہے۔ مجھے اس وقت سخت افسوس ہوا کہ مصری دیہاتی
لباس میں بلبوس ایک عورت قصداً و عمداً قبہ کو چھو کر قبر کی جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہی تھی۔

مزار و کیع پر حاضری | امام شافعی کے مزار سے نکل کر اسی محلے میں شارب شافعی پر چند قدم کے فاصلہ پر
امام و کیع کا مزار واقع ہے۔ امام و کیع کی قبر پر وہ انتظامات نہیں جو دوسری قبور پر ہیں۔ ایک مختصر کی سی جگہ
پر لب سرہک چھوڑے سے کمرے میں یہ مزار واقع ہے۔ یہ کمرہ ہفتہ بھر مقفل رہتا ہے صرف جمعہ کے دن کھلتا ہے
استاد محترم حضرت مولانا تیسع الحق صاحب کی معیت میں ہم جب یہاں حاضر ہوئے تو کمرہ بند تھا۔ البتہ جمعہ کے دن

مجھے اندر جانا ہوا۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

”مقام الامام و کعب مقبری الامام الشافعی

جدودہ توقیع صحیح الطحاوی — ۵۹ ۵۳

دروازہ سے داخل ہو کر صرف ایک ہی قبر ہے جو خلاف شرع طریقہ پر بنائی گئی ہے۔ قبر زمین سے دو تین گز کی بلندی پر ہے۔ چاروں اطراف سے سبز چادریں ڈالی گئی ہیں۔ قبر کی دائیں جانب کونے پر ایک کتبہ لگا ہوا تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔

”ہذا مقام العارف یا اللہ تعالیٰ الامام و کعب بن الجراح بن مریجہ الرؤسای ابو سفیان الکوفی الحافظ

المتوفی ۱۹۰ھ الموافق ۸۰۵ھ مقبری الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما“

اس کے نیچے وہی اشعار لکھے گئے ہیں جن میں استاد شاکر کو قوت حاصل کے لئے ایک اکسیر نسخہ ہے جسے میں

شکوت الی و کعب سوء حفظی فارشدنی الی توک المعاصی

وانصرف فی بان العلم نور و نور اللہ لا یهدی لعاصی

لیث بن سعد کے استاد محترم کی میت میں امام و کعب کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد لیث بن سعد کے مزار پر ضحری مزار پر جانے کی خواہش تھی۔ حضرت لیث بن سعد کا مزار بھی دور نہیں بلکہ نام شافعی کے اسی محلے میں واقع ہے۔ حضرت لیث بن سعد کو بھی بعض حضرات نے ابدال میں شمار کیا ہے بلکہ درجہ کے مجتہدین میں سے ہیں۔ فقہیت اور اجتہاد میں دوسرے امہ سے کم نہیں یہ الگ بات ہے کہ دوسرے امہ کی طرح آپ کو شہرت نہیں ملی۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ:-

”لیث بن سعد امام مالک سے بھی بڑے فقیہ ہیں البتہ ان کے شاگردوں نے ان کا اہتمام نہیں کیا“

اگر ان کو بھی امام محمد اور قاضی ابو یوسف جیسے شاگرد مل جاتے تو ان کا مذہب بھی آج کسی نہ کسی طرح چھوڑ دیا جاتا۔ ابھی تو صرف کتابوں کے صفحات تک محدود ہے۔ آپ وقت کے بلند پایہ مجتہد اور عارف باللہ عالم تھے علم و فضل کے علاوہ مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کی سالانہ آمدنی جس سے آپ عوام و دینار تک تھی لیکن سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر آپ پر کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔ عوام و خواص کے لئے مرجع تھے۔ امار اور سلاطین بھی آکر ملکی امور میں مشورہ لیتے۔ آپ کی وفات ۱۵۷ھ شعبان ۱۵۷ھ کو ہوئی جنازہ میں اس قدر ازدحام رہا کہ کسی دوسرے کی جنازہ میں نہیں دیکھا گیا۔

لیث بن سعد کی قبر کے سامنے آپ کے بیٹے شعیب بن لیث کی قبر ہے چھوٹی سی مسجد ساتھ بنائی گئی ہے ہر دو روزہ قبور پر فاتحہ کے بعد ہم مسجد میں گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر واپس ہوئے۔